فقہ حنفی کی چند اہم کتابوں کا اجمالی تعارف

مولانا مفتی عبدالرشیدؒ

سابق استاد الحدیث جامعہ مدنیہ (لاہور)

حاشية الطحطاوي الدر المختار:

فقہ حنفی کے مشہور کتاب "الدر المختار فی شرح تنویر البصار" کا یہ حاشیہ علامہ محمد بن اسماعیل الطھاوی مصری حنفی کا تحریر کردہ ہے۔ مصر سے بڑے سائز کی چار ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔ محشی سید محمد نوقادی رومی کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے والد ماجد توفاد سے بسلسلہ قضا مصری میں تشریف لاکر "اسیوط" کے قریب "طھطا" نامی بستی میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ موصوف نے "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" کا شیہ بھی تحریر فرمایا ہے، جواب کراچی میں بھی طبع ہو گیا ہے۔ علامہ زرکلیؒ نے یہ جو لکھا ہے کو موصوف نے "مراقی الفلاح" کی شرح پر حاشیہ لکھا ہے، صحیح نہیں ہے۔ موصوف کا ایک اور رسالہ "کشف الرین عن بیان المسح علی الجوربین" بقول علامہ زرکلی مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے علامہ طحطاوی کے دونوں حواشی بڑے مفید اور علماء وفقہا کے درمیان مقبول ومتداول ہیں۔ لفظ "طحطاوی" ہاء "ھوز" اور حاء "حطی" دونوں کے ساتھ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ محشی مرحوم "قاہرہ" میں احناف کے مفتی تھے۔ موصوف کا انتقال ۱۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء قاہرہ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

الدر المختار في شرح تنوير الأبصار:

یہ فقہ حنفی کے مشہور متن "تنویر الابصار" کی شرح ہے۔ جو علامہ محمد بن علی حصکفی دمشق کی تالیف ہے۔ ان کا خاندان اصل میں جزیرہ ابن عمر اور "میا فارقین" کے درمیان دریائے دجلہ کے کنارے ایک بستی "حصن کیفا" کا رہنے والا ہے، جو بعد میں "دمشق" میں اقامت پذیر ہو گیا تھا اور ان کی والادت "دمشق" ہی میں ۱۰۲۱ھ/ ۱۳ ۔ ۱۶۱۲ء میں ہوئی۔ موصوف کو حصن کیفا کی طرف انتساب کے باعث "حصکفی" اور "دمشق" میں سکونت پزیر ہونے کے باعث "دمشقی" کہا جاتا ہے۔ موصوف بہت بڑے عالم، محدث، فقیہ، نحوی، ادیب اور بلا کے حافظہ کے مالک تھے۔ علماء وفقہا کے نزدیک یہ کتاب بڑی معتبر اور مستند سمجھی جاتی ہے اور آج کل اکثر وبیشتر فتاویٰ میں اسی کتاب کے حوالے دئے جاتے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں علامہ خیر الدین رملی اور امام محمد محاسنی خطیب "دمشق" المتوفی ۱۰۷۲ھ/ ۱۶۶۲ء شامل ہے "خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادي عشر" اپنے آپ کو ان کے شاگردوں میں شمار کرتے ہیں۔ موصوف "شام" کے مفتی تھے۔ پہلے انہوں نے "خزائن الاسرار وبدائع الافکار" کے نام سے تنویر الابصار کی مبسوط اور مفصل شرح لکھنے کا ارادہ کیا، جس کے بارے میں ان کا اندازہ تھا کہ صرف دس جلدوں میں مکمل ہو گی۔ لیکن "باب الوترو

النوافل‘‘ تک لکھنے کے بعد اس کو چھوڑ کر مختصر شرح ’’الدر المختار‘‘ کے نام سے تحریر فرمائی۔

اسکے علاوہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ’ملتقی الأبحر‘‘کی شرح الدرا لمنتقی‘‘ کے نام سے تحریر فرمائی جو ’’مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر‘‘ کے حاشیہ پر مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ فقہ واصول فقہ، تفسیر، حدیث اور نحو میں متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ/ ۶ دسمبر ۱۶۷۷ء کو دمشق میں ہوئی اور ’’باب الصغیر‘‘ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ

ردالمحتار علی الدر المختار:

’’یہ درمختار‘‘ کا حاشیہ ہے، جو سید محمد آمین عابدین بن سید عمر عابدین شامی نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ دمشق کے رہنے والے تھے اور وہیں ان پیدائش ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء۔۸۳ء میں ہوئی۔ چھوٹی بڑی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اسماعیل پاشا بغدادی نے چالیس کتابیں نام بنام شمار کرائی ہیں۔ ۳۲ اہم اور قیمتی رسائل ۲ جلدوں میں ’’رسائل ابن عابدین‘‘ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ’العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامديه‘‘ دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ نیز ’’البحر الرائق‘‘ کا حاشیہ ’منحة الخالق‘‘ کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ جو ’’البحر الرائق‘‘ کے حاشیہ پر چھپ گیا ہے۔ لیکن جو شہرت اور مقبولیت ’’ردالمحتار‘‘ کو حاصل ہوئی وہ دیگر تصانیف کو حاصل نہ ہو سکی۔ چونکہ مصنف ’’شام‘‘ کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کی اس کتاب کو ’’شامی‘‘ یا ’’فتاویٰ شامیہ‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقویٰ شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور سے اپنی ذمہ داری پر کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنے سے پہلے کی کتابوں میں سے کسی نہ کسی کے لئے بھی حتی الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں اور جب تک بالکل مجبوری نہ ہو جائے خود اپنی رائے ظاہر نہیں فرماتے۔ اور جہاں ظاہر فرماتے ہیں، وہاں بھی بالعموم آخر میں ’’تامل‘‘ یا ’’تدبر‘‘ کہہ کر خود بری ہو جاتے ہیں اور ذمہ داری پڑھنے والے پر ڈال دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات الجھے ہوئے مسائل میں ہم جیسے لوگوں کو ان کی کتاب سے مکمل شفا نہیں ہوتی۔ لیکن یہ طریقہ ’’ردالمختار‘‘ میں تو رہا ہے، مگر چونکہ علامہ شامیؒ نے ’’البحر الرائق کا حاشیہ ’’منحة الخالق‘‘ اور ’تنقيح الفتاوىٰ الحامديه‘ بعد میں لکھا ہے، اس لئے ان کتابوں میں مسائل زیادہ منقح انداز میں آتے ہیں، جنہیں پڑھ کر فیصلہ کن بات معلوم ہو جاتی ہے۔‘‘ (البلاغ مفتی اعظم نمبر، ص: ۴۲۰، ۴۲، ۲۱)

مصنف اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ اور عالم تھے، آج کل مفتیان کرام ’’در المختار‘‘ اور ’’ردالمحتار‘‘ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں، موصوف کا انتقال ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ جولائی ۱۸۳۶ء کو دمشق میں ہوا اور ’’باب الصغیر‘‘ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ، مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کا ’’شامی‘‘ کے ساتھ شغف اور ان کی رائے ’’شامی‘‘ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ’’فتویٰ‘‘ لکھنے میں حضرت اکثر ’’شامی‘‘ ملاحظہ فرمایا کرتے، مگر جس قول کے وہ ناقل ہوتے اس کو تو حضرت حجت سمجھتے اور جو صاحب شامی کی ذاتی رائے ہوتی اس کو حجت قرار نہ دیتے، بلکہ تنقید وتحقیق کرتے اور فرمایا کرتے، کہ یہ

معاصر ہیں۔ ''ھم رجال ونحن رجال'' ان کی رائے ہم پر حجت نہیں، جب تک کہ اسلاف کے قول سے مئوید نہ ہو (تذکرۃ الخلیل ص ۲۹۴) چونکہ علامہ شامی اس کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے۔ اس لئے موصوف کے صاحبزادے علامہ علاء الدین محمد نے اس کا تکملہ ''قرة عيون الأخيار تكمله ردالمحتار على الدر المختار'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جو دو جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکا ہے

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ......

یہ کتاب ملك العلماء ابوبکر بن مسعود بن احمد علاؤ الدين كا سانی کی تصنیف لطیف ہے جو علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد سمرقندی (المتوفی ۵۴۰ھ/ ۱۱۴۶ء مصنف تحفة الفقها کے شاگرد ہیں۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ کتاب 'تحفة الفقهاء'' کی شرح ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ معروف معنوں میں شرح نہیں ہے۔ بلکہ تحفۃ الفقہاء کے زمانے تالیف تک فقہ حنفی کے موضوع پر جتنی بھی کتابیں تالیف کی گئی تھیں۔ ان میں حسن ترتیب کے لحاظ سے، یہ کتاب سب پر فائق تھی، لیکن یہ تھا بہر حال ''قدوری'' کی طرح کا ایک متن جس میں ''قدوری'' کے مسائل سے کچھ زائد مسائل جمع کیے گئے تھے۔ متن ہونے کے باعث یہ کتاب تفصیلی دلائل اور اعتراضات کے جوابات نیز مسائل کی تفصیلی صورتوں کے بیان سے خالی تھی۔

علامہ کاسانیؒ نے اپنے استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور ان کی اس روش پر چلتے ہوئے، جو انہوں نے تحفة الفقهاء میں اختیار فرمائی تھی، ایک مفصل کتاب تحریر فرمائی تھی، جو حسن ترتیب کے لحاظ سے آج تک اپنی نظیر آپ ہے، اسی بنا پر اس کو اس کی شرح کہہ دیا جاتا ہے، یہ کتاب نہ صرف حسن ترتیب کے لحاظ سے بے نظیر ہے، بلکہ مسائل کے دلائل اصول وکلیات کی صورت میں، اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ جس سے نہ صرف مسئلے کے بارے میں شرح صدر اور اطمینان کامل میسر آتا ہے، بلکہ فقہ سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ شارح ابوداؤد شریف میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کی رائے گرامی اس کتاب کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں:

''اوقات فراغ میں حضرت بدائع کو اکثر دیکھا کرتے، بارہا سنا ہے کہ حضرت اس کے مصنف کو بہت دعائیں دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ واقعی یہ شخص فقیہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ ہی کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔ مولوی ظفر احمد صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمادیں، فرمایا مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتا آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں، اس سے کام نہیں چلتا اور جواب میں بہت غلطی ہو جاتی ہے، کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ کو دیکھ کر جواب لکھ دیتے ہیں، حالانکہ دوسرے مقام میں اسی مسئلے کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے، جس سے اس واقعہ مسئولہ کا حکم بدل جاتا ہے، پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہئے، ہمارے حضرت گنگوہی نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس وقت بدائع مطبوع نہیں ہوئی تھی، اب میں شامی کے ساتھ اس کے مطالعہ کو بھی ضروری سمجھتا ہوں، حقیقت میں بدائع عجیب کتاب ہے۔ ایک بار فرمایا کہ جزئیات تو زیادہ شامی میں ہیں، مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں ہے کہ اس سے مناسبت ہو جائے تو

فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔ (تذکرۃ الخلیل ۹۴)

علامہ کاسانیؒ نے جب اپنی یہ کتاب اپنے استاد کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے فرطِ مسرت میں آکر اپنی اس فقیہہ "فاطمہ" بیٹی کا نکاح علامہ سے کر دیا، جو اپنے والد کی کتاب "تحفۃ" کی حافظہ تھی اور اس کو اس کا مہر مقرر کر دیا، اسی لئے لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ "شرح تحفة وتزوج ابنته" یعنی ان کی کتاب "تحفة" کی شرح کر کے ان کی بیٹی سے نکاح کر لیا بعد ازاں بعض وجوہ کی بنا پر شاہِ روم نے ان کو "حلب" میں نور الدین محمود کے پاس بھیج دیا، انہوں نے ان کو علاقہ "حلادیہ" کا والی بنا دیا۔ وہیں پہلے ان کی بیوی فاطمہ کا انتقال ہو گیا، پھر کچھ عرصے بعد بروز اتوار بعد ظہر ۱۰ رجب ۵۸۷ھ/ اگست ۱۱۹۱ء کو علامہ سانیؒ کا بھی انتقال ہو گیا اور شہر حلب سے باہر "مقام ابراہیم الخلیل" کے اندر اپنی بیوی کی قبر کے ساتھ مدفون ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں بدائع کے علاوہ "السلطان المبين في الوصول الدين" بھی ہے۔

البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "کنز الدقائق" کی یہ شرح ہے۔ کنز الدقائق امام ابوالبرکات عبدالله بن احمد حافظ الدين النسفي (المتوفى ربيع الثانی ۷۱۰ھ/ ۱۳۴۱ء) کی تصنیف لطیف ہے۔ موصوف نے پہلے ایک جامع متن فقہ حنفی کا تیار کیا، جس کا نام رکھا "وافی" پھر اپنے تحریر کردہ متن "وافی" کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا "کافی" اس کے بعد "وافی" کا مزید اختصار کیا، جس میں زیادہ تر پیش آنے والے مسائل اندراج کیا، اس متن کو انہوں نے "کنز الدقائق" کے نام کے ساتھ موسوم کیا موصوف فقہاء احناف میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں بعض حضرات نے ان کو فقہاء کرام کے طبقات ستہ میں سے چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور بعض حضرات نے ان کو دوسرے طبقہ یعنی مجتهدين في المذهب میں شمار کیا ہے، بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ آخری مجتهد في المذهب ہیں، ان کے بعد کوئی مجتهد في المذهب پیدا نہیں ہوا، فقہ حنفی کے وہ متون جن کے مسائل دیگر شروح وحواشی وفتاویٰ کے مقابلہ میں راجح قرار دیے جاتے ہیں، ان میں سے چار متون بہت مشہور اور قابل اعتماد ہیں، جنہیں "متون اربعہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ "كنز الدقائق" ان متون اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر فقہاء نے اس کی شروح لکھی ہیں، لیکن ان شروح میں جو شہرت اور اعتماد "البحر الرائق" کو حاصل ہے، وہ دیگر شروح کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ شرح علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم کی تالیف ہے، جن کے مختصر حالات ہم نے آگے "الأشباه والنظائر" کے تعارف کے ذیل میں ذکر کر دیے ہیں۔ اسی کتاب میں جہاں کہیں "قال الشارح" ایسے الفاظ آئیں، وہاں "شارح" سے علامہ زیلعی صاحب "تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق" مراد ہوتے ہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ اپنی اس شرح کی تکمیل نہ فرما سکے۔ "باب الاجارة الفاسده" تک شرح تحریر فرمائی تھی، اس کے بعد اجل نے مہلت نہ دی اور اس طرح یہ شرح نامکمل رہ گئی، بعد میں علامہ حسین بن علی الطّوری (۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۵ء) نے اس کی تکمیل فرمائی۔ البحر الرائق کی

آٹھویں جلد ان ہی کی تحریر کردہ ہے جو درحقیقت اس کا تکملہ وتتمہ ہے۔

الأشباه و النظائر:

فقہ حنفی کی یہ بےنظیر کتاب، ابوحنیفہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۳ء) کی تالیف ہے، جس کے بارے میں علامہ چلپیؒ فرماتے ہیں "لم یر اللحنفیة مثله" یعنی حنیفہ کے ہاں اس جیسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی مصنف کی پیدائش قاہرہ میں ۹۲۶ھ میں ہوئی۔ علامہ قاسم بن قطلو بغا اور شیخ شرف الدین البلقینی ایسے کبار مشائخ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں اور ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی علامہ عمر (م ۱۰۰۵ھ/۱۵۹۶ء) مصنف ''النہر الفائق فی شرح کنز الاقائق، اور **علامہ محمد غزی تمرتاشی صاحب المنح** شامل ہیں۔

موصوف کا انتقال ۸ رجب ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء کو قاہرہ میں ہوا اور وہیں حضرت سید سکینہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

چونکہ ''**الاشباہ و النظائر**'' میں ایجاز واختصار بہت ہے، اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، تاوقتیکہ اس کے حواشی نہ دیکھ لئے جائیں۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی شرح ہے جو علامہ ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی کی تصنیف ہے۔ موصوف حدیث، فقہ، نحو اور فرائض کے اپنے دور میں امام تھے۔

یہ اصلاً بحر حبشہ کے ساحل پر واقع "شہر زیلع" کے باشندے تھے۔ ۷۰۵ھ میں قاہرہ تشریف لائے اور وہاں تدریس، افتا اور دیگر علوم دینیہ کی نشر واشاعت میں مشغول ہو گئے۔ موصوف کے اپنے ہم وطن مشہور محدث علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی (المتوفی ۷۶۲ھ/۱۳۶۰ء) صاحب ''نصب الرایہ'' کا استاذ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کنز الدقائق کی یہ شرح علما کرام کے ہاں بڑی مقبول اور معتمد علیہ قرار دیجاتی ہے۔ مصر سے چھ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ موصوف کا انتقال رمضان المبارک ۷۴۳ھ /۱۳۴۳ء کو ہوا اور قرافۃ الصغریٰ (جسے قرافۃ الشافعی بھی کہا جاتا ہے) میں دفن ہوئے۔ ہدایہ اور فقہ حنفی کی کتابوں میں جو ''احادیث احکام'' ذکر ہوئی ہیں ان کے بارے میں علامہ زیلعیؒ کی ایک کتاب ''**برکت الکلام علی احادیث الاکلام**'' کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

رمز الحقائق شرح کنز الدقائق:

یہ بھی کنز الدقائق کی مختصر شرح ہے جو محدث شہیر علامہ محمود بن احمد بدر الدین الدینیؒ کی تصنیف ہے۔ ۷۸۲ھ/ ۱۳۵۱ء میں آپ قاہرہ تشریف لائے۔ حلب سے تین منزل کے فاصلے پر ایک عظیم اور خوبصورت شہر ''عین تاب'' کے چونکہ آپ قاضی رہے ہیں۔ اس لئے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ''عینی'' کہا جاتا ہے اور بقول بعض آپ کی ولادت بھی اسی شہر میں ہوئی ہے۔ قاہرہ میں بھی آپ

قاضی، بلکہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے ہیں۔تمام علوم وفنون میں بڑی مہارت اور سعت نظر کے حامل تھے۔خصوصاً احادیث کی تخریج اوران کی بہتر انداز سے شرح کرنے کا بڑا ملکہ آپ کا حامل تھا، چنانچہ بخاری شریف،اور شرح معانی الأثار للطحاوی کی شرحیں اس پر شاہد عدل ہیں، نیز سنن ابوداؤد کی شرح اور رجال طحاوی پر بھی ان کی کتاب موجود ہے گوتا حال یہ غیر مطبوعہ ہیں موصوف کا انتقال ۸۵۵ھ/ ۱۴۵۱ء قاہرہ میں ہوااور جامعہ ازہر کے قریب اپنے اس ''مدرسہ بدریہ'' میں دفن ہوئے ،جس کی تاسیس انہوں نے خود کی تھی اور اپنی کتابیں بھی اس میں وقف کردی تھیں۔ان کے والد ''عین تاب'' کے قاضی تھے بعد میں یہ اپنے والد کے نائب بنادیے گئے تھے۔ ایک بار دمشق گئے اور بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے ،وہیں علاؤالدین سیرافی سے ملاقات ہوئی ،وہ انہیں اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے ،قاہرہ میں قضاء کے ساتھ ساتھ مدرسہ مئویدیہ میں تدریس حدیث اور مدرسہ محمودیہ میں تدریس فقہ بھی ان کے سپرد تھی۔بعد میں جامع ازہر کے قریب ''مدرسہ بدریہ'' کے نام سے خود اپنا مدرسہ قائم کرلیا۔کسی حاسد دشمن کے باعث بعض مصائب میں مبتلا ہوئے تو ان سے نجات ملنے پر اس کے شکر کے طور پر موصوف نے ''رمز الحقائق شرح کنز الدقائق'' تالیف فرمائی۔

هدایه:

شیخ الاسلام برهان الدین بن ابی بکر المرغینانیؒ کی جامع صغیر'' کوملا کر تیار کیا تھا اور بوقت ضرورت اس پر اضافہ بھی کیا، پھر اس کی ایک بڑی ضخیم شرح لکھی اور اس کا نام ''کفایته المنتهی ''رکھا،لیکن بعد میں مصنف نے محسوس کیا کہ اس شرح میں کچھ اطناب ہوگیا ہے،اس کی طوالت اور لوگوں کی کم ہمتی کے باعث کہیں یہی کتب بالکل متروک ہی نہ ہوجائے ،اس لئے دوبارہ نسبتاً مختصر شرح ''ہدایہ'' کے نام سے تحریر فرمائی۔چونکہ ''متن'' مختصر القدوری اور جامع صغیر سے مرتب ہے،اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہدایہ درحقیقت ان دونوں کتابوں کی مفصل شرح ہے۔علامہ چلپی فرماتے ہیں کہ مصنف کو''ہدایہ'' کی تالیف میں ۱۳ سال کے ان پانچ دنوں کے علاوہ جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے،کبھی روزہ کا ناغہ نہیں کیا اور مصنف کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔اس کی برکت ہے کہ اس کتاب کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جو کسی اور کتاب کو میسر نہ ہوسکی ،چنانچہ ہدایہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ان الهدایة کالقرآن قدنسخت ماصنفوا اقبلها فی الشرع من کتب

فاحفظ قواعدها و اسلك مسالکها یسلم مقالك من زیغ و من کذب

یعنی ''ہدایہ'' نے قرآن کی طرح پہلے کی تصنیف شدہ کتابوں کو منسوخ کردیا۔لہٰذا اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے راستوں پر چلو تو تمہاری بات جھوٹ اور کجی سے محفوظ ہوجائے گی۔بڑے بڑے اکابر نے ہدایہ کے شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔سب سے پہلے ہدایہ کی شرح لکھنے کا شرف امام کبیر فقیہ بے نظیر، محدث جلیل اور مفسر عظیم علی بن محمد حمید الدین (التوفی ۶۶۷ھ/ ۱۲۶۹ء) کو حاصل ہوا۔ انہوں نے ''ہدایہ'' کے مواضع مشکلہ پر تعلیقات لکھیں اوران کا نام ''الفوائد'' رکھا،لیکن علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ ترکستان کے شہر ''سغناق'' کے فقیہ شہیر حسن بن علی سغناق ''ہدایہ'' کے پہلے شارح ہیں،ان کی شرح ہدایہ کا نام ''نہایہ'' ہے۔مولانا عبدالحی فرماتے ہیں کہ میں نے

اس کا مطالعہ کیا ہے، یہ ''ہدایہ'' کی شرح میں سب سے بسیط اور مفصل شرح ہے۔ ممکن ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے ''الفوائد'' کو اس لئے پہلی شرح شمار نہ کیا ہو کہ صرف مشکل مقامات کی شرح ہے نہ کہ ممکن کتاب کی، ورنہ وہ بہر حال مقدم ہے۔ ہدایہ کی چار جلدیں ہیں، پہلی عبادات کے بیان میں اور دوسری نکاح، طلاق، عتاق، ایمان، سیر، حدود، شرکت، لقیط، وقف وغیرہ کے بیان میں ہے اور تیسری بیوع، کفالت، حوالہ، وکالت، ادب القاضی، شہادۃ، دعویٰ، مضاربت ودیعت، ہبہ اور اجارہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور چوتھی جلد میں شفع، رہن، قسمت، کراہیت، احیاء موات، صید وذبائح، جنایات اور وصایا وغیرہ کا بیان ہے۔ مصنف ہدایہ کا یہ انتقال ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء کو سمرقند میں ہوا۔ صاحب ہدایہ کو بعض حضرات ''اصحاب ترجیح'' میں شمار کرتے ہیں جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ انہیں ''مجتهدين في المذهب'' میں شمار کرنا چاہیے۔

فتح القدير للعاجز الفقير:

یہ ہدایہ کی مشہور اور متداول شرح ہے جو علامہ بن عبدالوحد کمال الدین کی تالیف ہے جو ابن الہمام سے مشہور ہے۔ علامہ ابن ہمام کے والد بلاد روم کے علاقہ ''سیواس'' کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے قاہرہ تشریف لے گئے، پھر اسکندریہ کے قاضی مقرر ہوئے، وہیں نکاح کیا اور ۷۸۸ھ یا ۷۹۰ھ میں علامہ ابن ہمام کی پیدائش ہوئی۔ موصوف کو تمام دینی علوم بالخصوص تفسیر، حدیث، فقہ، اصول نحو اور کلام اور منطق میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن نجیم نے ان کو اصحاب ترجیح فقہاء میں شمار کیا ہے اور بعض نے ان کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے۔ موصوف اپنی اس شرح کو مکمل نہ فرما سکے۔ کتاب الوکالۃ کے کچھ ابتدائی حصے تک شرح فرمائی ہے۔ بعد میں مفتی شمس الدین احمد بن قدور معروف بہ ''قاضی زادہ رومی'' المتوفی ۱۵۸۰ء نے اس کی تکمیل فرمائی اور اپنے اس تکملہ کا نام ''نتائج الافكار في كشف الرموز والاسرار'' رکھا، کیونکہ بقول ان کے ۳ ہزار ایسی تحقیقات ہیں، جو ان سے پہلے کسی قلم سے نہیں نکلیں، صرف ان ہی کے نظر وفکر کا وہ نتیجہ ہیں۔ علامہ ابن ہمام کی شرح سات جلدوں اور اس کا تکملہ ۳ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے، اس طرح فتح القدیر مع تکملہ دس جلدوں پر مشتمل ہوگئی ہے۔ فتح القدیر کے ساتھ حاشیہ پر ہدایہ کی دو اور شرحیں بھی چھپی ہوئی ہیں ایک ''عنایہ'' علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی المتوفی ۷۸۶ھ/۱۴۵۷ء کی اور دوسری ''کفایہ'' علامہ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی کی۔ علامہ ابن ہمام کا انتقال قاہرہ میں ۷ رمضان ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء کو ہوا۔ موصوف صاحب کشف وکرامت صوفی بھی تھے۔ خلافِ مذہب ان کے تفردات پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

غنية ذوى الأحكام في بغية درر الحكام:

یہ درر الحکام کا حاشیہ ہے ''درر الحکام'' علامہ محمد بن فراموز الشہیر بہ ''مولیٰ خسرو، ملا خسرو'' کی تصانیف ہیں۔ جو محمد خان بن مراد خان کے دور خلافت میں فوج کے قاضی تھے، بعد میں قسطنطنیہ کے قاضی بنا دیے گئے تھے، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بحر زخار تھے۔ موصوف نے پہلے ایک متن ''غرر الاحكام'' کے نام سے تالیف فرمایا، بعد ازاں خود ہی اس کی شرح لکھی اور اس کا نام رکھا ''درر الحكام في شرح

غرر الاحکام''، اس کی تالیف بروز ہفتہ ۱۲ ذی قعدہ ۸۷۷ھ کو شروع ہوئی اور ہفتہ ہی کے روز ۲ جمادی الاولیٰ ۸۸۴ھ کو اختتام پزیر ہوئی۔ ''ملا خسرو'' کے نام کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد اصلاً غیر مسلم رومی تھے، بعد میں وہ اسلام لائے اور اپنی ایک لڑکی کا نکاح ایک ''خسرو'' نامی حاکم کے ساتھ کر دیا۔ باپ کے انتقال کے بعد یہ اپنے بہنوئی ''خسرو'' کے پاس اپنی بہن کے ساتھ رہنے لگے اور لوگ انہیں ''اخو زوجة خسرو'' یعنی خسرو کی بیوی کا بھائی کہنے لگے۔ رفتہ رفتہ ''اخو زوجہ'' کے لفظ کثرت استعمال سے حزف ہو گئے اور ان کو ''ملا خسرو'' ہی کہا جانے لگا۔ موصوف کا انتقال ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء کو قسطنطنیہ میں ہوا۔ ''درر الحکام'' کا یہ حاشیہ ''غنیۃ ذوی الاحکام'' ابو الاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی کی تصنیف ہے ''مصر'' کے قریب ایک شہر ''شرابلولۃ'' کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے خلاف قیاس ان کو ''شرنبلالی'' کہا جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف، مثلاً نور الایضاح اور اس کی شرح ''امداد الفتاح'' پھر اس شرح کا اختصار کیا ''مراقی الفلاح'' کے نام سے اور متفرق مسائل میں چھوٹے چھوٹے ۶۰ رسائل تالیف فرمائے۔ ''درر الحکام'' کا یہ حاشیہ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مہتم بالشان ہے، اس کی تالیف سے مصنف ۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۶ء کے اواخر میں فارغ ہوئے، موصوف کا انتقال رمضان ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۹ء میں ہوا۔

فتاویٰ انقرویه:

یہ شیخ الاسلام مولا محمد بن حسن انکوری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ موصوف ترکی علماء میں مشہور حنفی فقیہ ہیں، ان کی کوریہ (انقرہ) میں پیدائش ہوئی۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''انکوری'' یا ''انقروی'' کہا جاتا ہے۔ قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی۔ مصر، قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے بعد میں انہیں ترکی حکومت میں ''شیخ الاسلام'' بنا دیا گیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی کی وفات ہوگئی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۷ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ علامہ چلپی فتاویٰ انقرویہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام اور فقہاء عظام کے ہاں مقبول ہے۔ ۲ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے۔

فتاویٰ ظهیریه:

یہ فتاویٰ فقیہ شہر محمد احمد بن عمر ظہیر الدین بخاری کی تصنیف ہے، جو اپنے زمانے میں علوم دینیہ کے اندر یکتا روزگار تھے، نیز ''بخاری'' کے محتسب بھی تھے۔ ابتداءِ تحصیلِ علم اپنے والد سے کی، بعد ازاں دیگر اکابر و افاضل عصر سے یہاں تک کہ آخر میں صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کے ماموں علامہ ظہیر الدین حسن بن علی بن عبد العزیز غینانی کے پاس پہنچے، جو انکی صلاحیت کے باعث دیگر طلباء طلبا پر ان کو فوقیت دیتے اور ان کا خصوصی احترام فرماتے تھے۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا انتقال ۶۱۹ھ/ ۱۶۲۲ء میں ہوا۔ علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ میں نے ''فتاویٰ ظہیریہ'' کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس کو ایک معتبر کتاب اور فوائد کثیرہ کا حامل پایا ہے۔ بعض حضرات نے اس کتاب کو موصوف کے استاذ ظہیر الدین بن حسن بن علی بن عبد العزیز مرغینانی کی طرف اور بعض نے استاذ کے والد علی بن عبد العزیز مرغینانی کی طرف

منسوب کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ غلطی کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں کا لقب بھی ظہیر الدین ہے۔ فرق کے لئے باپ کو ظہیر الدین کبیر اور بیٹے کو ظہیر الدین صغیر کہا جاتا ہے۔ علامہ لکھنوی نے اس غلطی کو مفصل طور پر ''علی بن عبد العزیز'' کے ترجمے کے ذیل میں الفوائد البہیہ ص ۱۲۱ پر ذکر فرمایا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان:

یہ امام کبیر حسن بن محمود فخر الدین اوزجندی فرغانی معروف بہ ''قاضی خان'' کی تصنیف ہے۔ انہیں علوم دینیہ خصوصاً فقہ قطلو بغا نے فرمایا ہے کہ ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے، کیونکہ یہ ''فقیہ النفس'' ہیں اور علامہ چلپی ان کی کتاب ''فتاویٰ قاضی خان'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مقبول ہے اور علما و فقہاء کے ہاں متداول ہے اور اس قابل ہے کہ ہر وقت قاضی و مفتی کے پیش نظر رہے۔

اس فتاویٰ میں امام قاضی خان کا دستور یہ ہے کہ اگر کہیں کسی مسئلہ کے سلسلے میں متاخرین کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں، تو جو قول ان کے نزدیک راجح اور زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے اسے وہ سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔ اس اصول کو انہوں نے خود اپنے فتاویٰ کے خطبے میں ذکر فرمایا ہے۔ مصنف ''فرغانہ'' کے قریب اصبہان کے اطراف میں ایک شہر ''اوزجند'' کے رہنے والے قاضی خان صاحب ''خلاصة الفتاویٰ'' کے ماموں اور صاحب ''فتاویٰ ظهیریه'' کے استاذ علامہ ظہر الدین حسن بن علی مرغینانی کے شاگرد ہیں۔ قاضی خان کے شاگردوں میں جمال الدین ابو المحامد محمود حصیری بخاری شارح سیر کبیر وزیادات اور شمس الائمہ محمد کردری جیسے اکابر شامل ہیں موصوف کا انتقال نصف رمضان کی شب کو ۵۹۲ھ/ ۱۱۹۶ء میں ہوا۔ یہ فتاویٰ چار جلدوں میں کلکتہ سے اور مصر سے فتاویٰ عالمگیری کی پہلی تین جلدوں کے حاشیے پر چھپ چکا ہے۔

الفتاویٰ المهدیه فی الوقائع المصریه:

یہ شیخ محمد عباس مہدی مصری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ ان کے والدہ کا جب انتقال جب ہوا ن کی عمر اس وقت تین سال تھی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی، لیکن بایں ہمہ انہوں نے بڑی محنت سے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی ۲۱ سال کی نوعمری میں ان کو منصب افتاء کا اعزاز حاصل ہوا۔ نوعمری کے باعث ان پر بہتوں کو حسد بھی ہوا، لیکن یہ ان کے حق میں اس طور سے مزید مفید ثابت ہوا کہ وہ اپنے فتاویٰ انتہائی محنت اور جانفشانی سے لکھتے اور حتیٰ الامکان تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دور میں اس منصب کے اہل ترین فرد بن گئے۔

۱۲۸۷ھ میں ان کو افتا کے ساتھ ساتھ ''شیخ الاسلام'' ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس منصب کی ذمہ داریوں سے بھی وہ بڑے حسن و خوبی سے عہدہ براہوئے۔ تقریباً ۵۲ سال تک انہوں نے افتاء کا کام کیا ہے اور ۱۸ سال تک ''شیخ الاسلام'' کے عہد پر فائز رہے ہیں۔ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں مصنف نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ''قرافة المجاورین'' میں دفن ہوئے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ

نے اس فتاویٰ کی ایک خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حنفیہ کی کتابوں میں سے، جس کتاب نے واقف کے مسائل کو سب سے زیادہ شرح وبسط اور انضباط کے ساتھ بیان کیا ہے وہ فتاویٰ مہدویہ ہے۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۴۰۲)

لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام:

یہ کتاب امام ابوالید ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن شحنہ حلبی کی تالیف ہے۔ موصوف نے قضا اور اس کے متعلقات کے بیان کے لئے یہ کتاب ترتیب دی تھی اور اس کو تیس فصلوں پر تقسیم کیا تھا، جس کی اجمالی فہرست موصوف نے دیباچہ میں ذکر کی ہے۔ لیکن ابھی اپنی کتاب کی ۲۱ فصلیں ہی لکھ پائے تھے کہ وقت موعود آپہنچا اور آپ کتاب کو اسی نامکمل حالت میں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ موصوف کا انتقال ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۸ء کو ہوا۔ موصوف ''حلب'' کے قاضی اور وہاں کی ''جامع اموی'' کے خطیب تھے۔ پھر اس کا تکملہ شیخ برہان الدین ابراہیم الخالفی العدوی نے لکھا اور اس کا نام ''غایۃ المرام فی تتمۃ لسان الحکام'' رکھا، عام طور پر یہ دونوں کتابیں معین الحکام اور لسان الحکام مع تکملہ اکٹھے ہی چھپی ہیں۔ میرے سامنے جو نسخہ ہے، اس میں ص ۲۱۳ تک معین الحکام ہے، ص ۲۱۵ سے لسان الحکام شروع ہوتی ہے اور ص ۳۷۹ سے آخر کتاب تک اس کا تکملہ ہے۔ قاضی حضرات کو معین الحکام کے ساتھ ساتھ لسان الحکام مع تکملہ بھی ضرور مطالعہ کرنی چاہیے۔

مبسوط:

یہ امام ابوبکر محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسیؒ کی تصنیف ہے، جسے انہوں نے محض اپنے حافظ کی مدد سے ''اوزجند'' کے قید خانہ کے اندر ایک کنویں میں محبوس ہونے کے زمانے میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا، جو کنویں کے کنارے پر بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ اس عظیم کتاب سے امام شمس الائمہ کے رسوخ فی العلم اور تمام مسائل کی مکمل تفصیلات کے استحضار کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ابن کمال پاشا نے ان کو ''مجتہد فی المسائل'' کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ امام سرخسیؒ شمس الائمہ حلوانی (التوفی ۴۴۸ھ/ ۱۰۵۶ء) کے خصوصی شاگرد تھے۔ قید کی وجہ ان کی وہ نصیحت تھی، جو انہوں نے کسی غیر مناسب کام پر بادشاہ وقت کو کی تھی مبسوط میں کسی کسی مقیم پر اختتام بحث کے موقع پر اپنے محبوس ہونے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں، مثلاً عبادات کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں، هذا آخر شرح العبادات باوضح المعاني واوجز العبارات املاء المحبوس عن الجمع والجماعات۔ موصوف کے سن وفات میں اختلاف ہے، بقول بعض ۴۹۰ھ/ ۱۰۹۶ء اور بقول بعض ۵۰۰ھ/ ۱۱۰۶ء کے لگ بھگ۔

فتاویٰ عالمگیریہ:

متحدہ ہندوستان میں مشہور مغل فرماں رواں عالمگیر (التوفی ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء نے جب باقاعدگی سے شریعت کا نفاذ ہندوستان میں کیا تو اس نے محسوس کیا کہ کئی باتیں ایسی ہیں جن میں اصل شرعی مسئلہ تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہیں

ہے، جس میں تمام جزئیات اور نئے پیش آنے والے مسائل کا حل مذکور ہو، اس لئے انہوں نے ملک کے چیدہ چیدہ منتخب علما کرام کا ایک بورڈ شیخ نظام الدین برہانپوری کی سربراہی میں تشکیل دیا۔ جس نے آٹھ سال کے عرصے میں اس فتاویٰ کی تدوین کا کام مکمل کیا۔ عالمگیرؒ اس کی تدوین میں خود شریک رہے۔ روزانہ کا مرتب کردہ حصہ ملا نظام سے پڑھوا کر روزانہ سنتے تھے اور بوقت ضرورت اس پر جرح قدح بھی فرماتے تھے تاکہ مسئلہ میں کوئی ابہام وغیرہ باقی نہ رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے متعلق ''معارف'' (اعظم گڑھ) کے ایک مضمون نگار لکھتے ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب اس محنت اور احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو مسائل قاضی یا مفتی کو پیش آسکتے ہیں، ان کے متعلق مشہور فقہا کی رائے بغیر کسی دشواری کی دستیاب ہوسکتی ہے۔'' اسی کو 'فتاویٰ ھندیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

فتاویٰ بزازیہ:

یہ کتاب محمد بن محمد کردری خوارزمی کی تالیف ہے۔ موصوف اپنے زمانے میں علم اصول وفروع اور دیگر علوم دینیہ میں یکتائے روزگار تھے، زیادہ تر علم والد ماجد سے ہی حاصل کیا۔ پہلے آپ ''لعل'' کے قریب شہر ''قدیم'' تشریف لے گئے، یہاں پر چند سال رہ کر واپس اپنے علاقے میں تشریف لے آئے۔ پھر یہاں سے روم تشریف لے گئے، لیکن ''روم'' تشریف بری سے پیشتر انہوں نے اپنی کتاب ''الجامع الوفیز'' مرتب فرمائی تھی اس کی تالیف سے ۸۱۲ھ/ ۱۰-۱۴۰۹ء میں فارغ ہوئے جو آج کل ''فتاویٰ بزازیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ ہمارے پیش نظر وہ نسخہ ہے، جو ۶ جلدوں میں مصر سے شائع ہونے والے فتاویٰ عالمگیریہ کی آخری ۳ جلدوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔ جب کہ پہلی تین جلدوں کے حاشیہ پر فتاویٰ قاضی خان چھپا ہوا ہے۔ مؤلف فتاویٰ بزازیہ کا انتقال ۸۲۷ھ/ ۱۴۲۴ء کو ہوا، یہ کتاب بھی علما کے ہاں بڑی معتبر اور معقول ہے یہاں تک کہ صاحب کشف الظنون نقل فرماتے ہیں مفتی ابوالسعود سے کہا گیا کہ آپ فقہ میں اہم اور زیادہ پیش آنے والے مسائل پر مشتمل کوئی کتاب کیوں نہیں تالیف فرماتے، تو انہوں فرمایا کہ صاحب بزازیہ سے شرم کے باعث، کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے میری تالیف کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

جامع الفصولین:

یہ شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل معروف بہ ''ابن قاضی سماوہ'' کی تصنیف ہے۔ چونکہ یہ صرف معاملات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اس لئے ہمیشہ یہ قاضیوں اور مفتیوں کے پیش نظر رہی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب کچھ اضافات کے ساتھ دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ''الفصول الاستروشنیة''، جو قاضیوں کو کثرت سے پیش آنے والے قضا اور دعویٰ سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور تیس فصلوں پر منقسم ہے یہ شیخ مجدالدین محمد بن محمود استروشنی التوفی ۶۳۲ھ/ ۱۲۳۵ء کی تصنیف ہے۔ سمرقند میں وہ اس کی تالیف سے ۶۵۱ھ/ ۱۲۵۳ء میں فارغ ہوئے تھے۔ ابن قاضی ساوہ نے ان دونوں کو اس طرح جمع کردیا کہ مکررات کو حذف کرکے کچھ ضروری مسائل کا اضافہ بھی کردیا۔ مصنف کے والد بلاد روم میں قلعہ ''سماوہ'' کے قاضی تھے۔ یہ کتاب چالیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے

ہے اسمیں جامع الفصولین کے ساتھ ہی خیر الدین رملی کے حواشی بھی ہیں، جوانہوں نے جامع الفصولین پر لکھے ہیں، نیز حاشیہ پر جامعہ الصغار چھپی ہوئی ہے اوراس کے ختم ہونے کے بعد حاشیہ پر ہی آداب الاوصیاء چھپی ہے۔

السیر الصغیر :

یہ امام ابوحنیفہؒ التوافی ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء کے شاگرد اور فقہ حنفی کے مدون اول امام محمد بن الحسن الشیبانی کی تصنیف ہے۔ امام محمد کا خاندان اصلاً دمشق کا رہنے والا ہے۔ ان کے والد عراق تشریف لے آئے۔ ''واسط'' میں ۱۳۲ھ ۹۔ ۷۵۰ء میں امام محمد کی ولادت ہوئی اور نشونما ''کوفہ'' ہی میں حدیث کا درس آپ نے امام ابوحنیفہ، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری وغیرہ سے لیا، امام مالک، اوزاعی، بکیر بن عمار اور امام ابویوسف سے بھی آپ احادیث روایت کرتے ہیں، پھر بغداد میں سکونت اختیار کرلی، آپ کے شاگردوں میں امام شافعی، ابوسلیمان جوزجانی اور ابوعبیدہ قاسم بن سلام ایسے اکابر شامل ہیں۔ آپ کچھ عرصے کے لئے ''رقہ'' کے قاضی بھی رہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے جب پہلی بار ''رے'' کا سفر کیا تو امام محمد کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا، وہیں پر ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ/ ۸۰۵ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ موصوف کثیر التصانیف آدمی تھے۔ آپ کی کل تصانیف ۹۹۰ تھیں۔ جن میں سے بیشتر مرور زمانہ کے باعث تلف ہوگئیں، جو باقی بچیں ،ان میں جو کثرت اور تسلسل کے ساتھ علماء فقہا کے پڑھنے پڑھانے میں آتی رہیں ان کو ''ظاہر الروایۃ'' کہا جاتا ہے اور بقیہ کو ''نادر الروایۃ'' قرار دیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کا مدار ''ظاہر الروایۃ'' کتابوں پر ہے، جو تعداد میں ۶ ہیں یعنی سیر صغیر، جامع صغیر، جامع کبیر الأصل اور زیادات۔

''سیر صغیر'' کو امام محمد نے چوں کہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا تھا، اس لئے اسے ''سیر ابی حنیفہؒ'' بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ''سیر صغیر'' جب امام اوزاعی نے دیکھی تو فرمایا ''مالا هل العراق والتصنيف فى هذا الباب'' یعنی ان مسائل کا علم اہل عراق کو نہیں، اس موضوع پر وہ لکھ سکتے ہیں، نیز اس کا رد انہوں نے لکھا: ''الرد علی سير ابی حنيفهؒ'' کے نام سے۔ جس کا جواب ابویوسفؒ نے دیا اور اس کا نام رکھا ''الرد علی سیر الاوزاعی'' جو طبع بھی ہو چکا ہے۔

السیر الکبیر :

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ موصوف کو جب ان کی تصنیف ''سیر صغیر'' پر امام اوزاعی کا تبصرہ معلوم ہوا تو پھر انہوں نے ایک مبسوط اور مفصل کتاب اسی موضوع پر تحریر فرمائی، جس کے بارے میں امام اوزاعیؒ نے فرمایا تھا کہ اہل عراق کو ''سیر'' کے مسائل کا کیا علم؟ یہ کتاب جب امام اوزاعی کو پہنچی تو انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور متحیر اور ششدر ہوکر فرمایا کہ اگر اس کتاب میں احادیث مبارک نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ یہ شخص علم خود تیار کرلیتا ہے۔ یہ کتاب امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح کے ساتھ ۴ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

کتاب الأصل : یہ امام محمدؒ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اسی بنا پر اس کا نام ''الأصل'' رکھا گیا ہے۔ یہ درحقیقت امام محمدؒ کی متعدد

تصانیف کا مجموعہ ہے۔امام موصوف نے مختلف ابواب فقہ پر ایک ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی تھی ،مثلاً کتاب الصلوۃ کتاب الزکوۃ، وغیرہ اس طرح تقریباً ۶۰ کتاب تالیف فرمائی تھیں ۔ان ہی کا مجموعہ ''کتاب الاصل'' کہلاتا ہے۔اسی کتاب کو دیکھ کر اہل کتاب میں سے ایک حکیم یہ کہہ کر مسلمان ہوگیا تھا، کہ ''**هذا كتاب محمد كم الاصغر ،فكيف كتاب محمد كم الاكبر**''یعنی یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے،تو تمہارے بڑے محمد ﷺ کی کتاب کا کیا حال ہوگا اور یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعیؒ نے حفظ کیا تھا اور پھر اسی نہج پر اپنی کتاب ''الام'' کو تالیف فرمایا یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں اب پاکستان میں طبع ہوگئی ہے۔دیگر کتابوں کی بہ نسبت زیادہ مفصل ہونے کے باعث اس کو ''مبسوط'' بھی کہا جاتا ہے۔

الجامع الصغیر :

یہ بھی امام محمدؒ کی تالیف ہے اس کا سبب یہ تالیف ہوا کہ امام ابو یوسف (المتوفی ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء) نے امام محمد سے فرمایا کہ جو مسائل امام ابو حنیفہؒ کے،میرے روایت سے تم کو پہنچے ہیں ان کو یکجا جمع کر دو۔امام محمد نے یہ کتاب مرتب فرما کر پیش فرمادی،اس میں ۱۵۳۲ مسائل درج ہیں ۔امام ابو یوسفؒ نے دیکھ کر تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ واہ ! میری روایت کو خوب یاد رکھا،لیکن ۳ مسائل میں تم نے غلطی کی ہے امام محمدؒ نے فرمایا میں نے غلطی نہیں کی ، بلکہ آپ اپنی روایت بھول رہے ہیں ۔امام ابو یوسفؒ باوجود جلالت شان کے اس کاتب کو سفر و حضر میں اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔یہ کتاب بھی پہلی بار ٹائپ پر کراچی سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔

الجامع الکبیر :

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے،لیکن دیگر کتابوں کی بہ نسبت یہ زیادہ دقیق ہے،بغیر کسی محقق آدمی کی مفصل شرح دیکھے ہوئے ، بات کی تہ تک پہنچنا دشوار ہے۔اس لئے اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص بلندی پر گھر تعمیر کرے اور ساتھ ساتھ سیڑھیاں بناتا جائے ، جب اس کی تعمیر مکمل ہو جائے تو نیچے اتر کر سب سیڑھیاں توڑ ڈالے اور کہے کہ لیجیے چڑھیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاید امام محمدؒ نے اس کو اس لئے تالیف فرمایا تھا تا کہ یہ ایک کسوٹی بن جائے ۔فقہا کی عظمت کو معلوم کرنے اور ان کے ملکہ استنباط کو دریافت کرنے کے لئے یہ کتاب بہت اہم ہے۔اس لئے بڑے بڑے فقہا نے اس کی شرح لکھی ہے۔یہ کتاب لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

زیادات :

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔اس کی وجہ تسمیہ امام قاضی نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ ''جامع کبیر'' کی تصنیف کے بعد کچھ اور مسائل کا ذکر موصوف نے مناسب جانا تو ان کو علیحدہ مستقل صورت میں جمع فرمادیا اس کا نام رکھ دیا ''زیادات'' پھر اس کی تکمیل کے بعد مزید کچھ مسائل الزیادات کے نام سے جمع فرمائے۔''زیادات الزیادات'' بہت مختصر کتاب ہے،کل سات باب پر مشتمل ہیں ان دونوں کتابوں کی شرحیں بھی بہت سے اکابر نے لکھی ہے۔''زیادات'' تو تاحال غیر مطبوعہ ہے،لیکن ''**زیادات الزیادات**''،شمس الائمہ سرخسی اور امام

ابونصر احمد بن محمد العتابی البخاری المتوفی (۵۸۶ھ/۱۱۹۰ء) کی شرحوں کے ساتھ لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔ چونکہ ''زیادات الزیادات'' دراصل ''زیادات'' ہی کا تکملہ اور تتمہ ہے، اس لئے یہ بھی ''ظاهر الرواية'' کتابوں میں شامل ہے۔

کتاب الحجة علی أهل المدينة:

یہ بھی امام محمدؒ کی تصنیف ہے۔ اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ جب امام محمدؒ مدینہ منورہ علی ساکنہا الصلوۃ والسلام تشریف لے گئے، تاکہ ''موطا'' کا سماع امام مالکؒ سے کریں اور اس دوران وہاں کے دیگر محدثین سے بھی احادیث کا سماع کیا، تو وہاں کے علماء کرام سے ان مسائل پر بحث مباحثہ بھی ہوا، جو احناف اور ان کے درمیان مختلف فیہ تھے۔ اس لئے امام محمدؒ نے اس وقت اپنے موقف پر دلائل کتابی صورت میں جمع فرما دیئے، پھر جب آپ مدینہ منورہ سے واپس عراق تشریف لائے تو اس کتاب کو ان کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا۔ اس وقت جو نسخہ اس کتاب کا دستیاب ہے، وہ امام محمدؒ کے شاگرد عیسیٰ بن ابان (المتوفی ۲۲۱ھ/۸۳۶ء) کی روایت سے ہے اس کتاب کا مکمل نسخہ تا حال دستیاب نہیں ہے، جو حصہ دستیاب ہے اندازہ ہے کہ وہ اصل کتاب کا نصف حصہ ہے۔ بہر حال جو حصہ دستیاب ہے، وہ دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی سید مہدی حسنؒ (المتوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کی تعلیقات وحواشی کے ساتھ ۴ جلدوں میں لاہور سے بھی طبع ہو چکا ہے۔ امام محمدؒ کی مندرجہ بالا تمام کتابیں اولاً حیدر آباد دکن کے ادارہ ''دار المعارف النعمانیه'' کی طرف سے علامه ابو الوفاء افغانیؒ کی کوششوں سے طبع ہوئی تھیں۔ بعد میں جہاں کہیں سے طبع ہوئی ہیں، اسی سابقہ ایڈیشن کی عکسی طباعت ہے

تنوير الأبصار:

یہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب تمرتاشی الغزی کی تصنیف ہے۔ یہ ایک انتہائی جامع اور مختصر متن ہے۔ یہ فلسطین کے علاقہ ''غزہ'' کے رہنے والے تھے۔ علامہ ابن نجیم مصری صاحب ''البحر الرائق'' کے شاگرد تھے۔ علوم دینیہ بالخصوص فقہ وفتاویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ متعدد ضخیم کتابیں اور کئی چھوٹے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کی تصنیف میں ''تنویر الابصار'' کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور متعدد علماء نے اس کی شروح وحواشی لکھے۔ اس کی شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور ''درمختار'' ہے جس کا تعارف اس سے پیشتر ہم کر چکے ہیں۔ مصنف تنویر الابصار کا انتقال ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء کو ہوا۔

مختصر الوقايه:

امام برہان الشریعة محمود بن صدر الشریعة الاوّل نے ایک کتاب ''وقاية الرواية فی مسائل الهداية'' اپنے نواسے صدر الشریعۃ الثانی عبیداللہ بن مسعود المتوفی ۷۴۵ھ/۱۳۴۵ء کے لئے مرتب فرمائی تھی۔ یہ کتاب علماء وفقہاء کے درمیان بہت مقبول ہوئی، متعدد اکابر نے اس کی شرحیں لکھیں۔ خود مصنف کے نواسے صدر الشریعة الثانی عبیداللہ بن مسعود نے بھی اس کی شرح لکھی۔ آج کل جب شرح وقایہ کا لفظ بولا جاتا ہے تو انہی کی شرح مراد ہوتی ہے۔ صدر الشریعة الثانی نے شرح لکھنے کے علاوہ

''وقاية الروايه في مسائل الهدايه'' کا ایک اختصار لکھا۔ اس ''مختصر الوقايه'' کا نام انہوں نے ''نقايه مختصر الوقايه'' رکھا، یہ متن انتہائی مختصر اور عمدہ ہے اور علماء کرام کے ہاں بہت مقبول ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی شرح متعدد اکابر علماء نے لکھی ہے، ''نقایۃ'' کی شرحوں میں سے ایک بہت اہم اور نفیس شرح ملا علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) کی تصنیف ہے، جو حال ہی میں کراچی سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوگئی ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اثبات مسائل میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ حتی الوسع احادیث پاک سے پیش فرمائے جائیں۔

فتاویٰ تاتارخانیہؒ:

امیر تاتارخان دہلوی، فیروز شاہ تعلق کے دور حکومت میں ایک اہم رکن سلطنت تھے۔ وہ بڑے عالم فاضل اور تفسیر، حدیث، فقہ اور اصل میں بڑا امتیاز مقام رکھتے تھے، نیز بڑے اونچے اخلاق و کردار کے حامل تھے۔ شریعت مطہرہ کے سخت پابند، امراء حکام کا شدید محاسبہ کرنے والے تھے۔ ان کی صحبت میں ہمیشہ علماء وفضلا کا مجمع رہتا اور وہ اس پاکباز طبقہ کا بہت احترام فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے دور کے ایک بہت بڑے علوم عربیہ اور فقہ واصولی کے عالم شیخ فریدالدین عالم بن علاء اندر پتی (المتوفی ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء) کو حکم دیا کہ فقہ حنفی کی ایک جامع کتاب مرتب کریں اور اختلافی مسئلہ میں تمام اقوال مختلفہ نقل کردیں اور ساتھ ہی اختلاف کرنے والے علماء، فقہاء کی تصریح کردیں چنانچہ امیر تاتارخان کے حکم کے بعد شیخ عالم بن علاء نے ایک بڑی ضخیم کتاب مرتب کردی اور اس کا نام ''زادالسفر'' اور ''زاد المسافر في الفروع'' رکھا گیا۔ لیکن چونکہ اس کی ترتیب وتسوید امیر تاتارخان دہلوی کے حکم سے ہوئی تھی، اس لئے اس کی زیادہ شہرت ''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کے نام سے ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ اب دہلی میں اس کی طباعت ہو رہی ہے اور ایک جلد طبع بھی ہوگئی ہے۔ واللہ اعلم۔

فتاویٰ حمادیہ:

یہ مفتی رکن الدین ناگوری بن حسام الدین ناگوری کی تصنیف ہے، جو علاقہ گجرات (کاٹھیاوار) کے ایک مشہور شہر ''نہروالہ'' میں منصب افتاء پر فائز تھے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے ہی علاقہ کے قاضی القضاۃ قاضی حمادالدین بن محمد اکرم گجراتی کے حکم پر تالیف فرمائی۔ اس کی تالیف میں ان کے صاحبزادے مفتی داؤد بن مفتی رکن الدین ناگوری بھی اپنے والد کے ساتھ شامل رہے۔ ''فتاویٰ حمادیہ'' کے مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی ۲۱۶ کتابوں سے استفادہ کر کے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ قاضی حمادالدین صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ اس کتاب میں صرف وہ مسائل جمع فرمائیں جو جمہور فقہاء کے اجماعی اور مفتی بہ ہوں۔ چونکہ اس کی تالیف اس ہدایت کے مطابق عمل میں آئی ہے، اس لئے یہ کتاب لائق اخذ اور قابل اعتماد بن گئی ہے۔ یہ کتاب نویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے، اس کتاب کے قلمی نسخے، متعدد کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ''معجم المطبوعات العربيه والمعربة'' اور بعض دیگر

شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کے اندر۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۶ء میں کلکتہ سے طبع ہو چکی ہے۔

مجموعۃ الفتاویٰ:

یہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاویٰ ۳ جلدوں میں طبع ہوا تھا اور اس کا ایک ایڈیشن وہ بھی ہے۔ جو ''خلاصة الفتاویٰ'' کے حاشیہ پر چھپا تھا۔ اب پاکستان سے ان دونوں ایڈیشنوں کی عکسی طباعت ہوگئی ہے۔

چونکہ مولانا لکھنوی کے اکثر فتاوی عربی یا فارسی زبان میں تھے، اس لئے عوام الناس اس سے استفادہ نہیں کر پاتے تھے، دوسرا اشکال اس سے استفادہ کا جس سے عوام چھوڑ خواص بھی پریشان تھے، وہ یہ تھا کہ ہر باب کے مسائل تین جلدوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ ان دونوں اشکالوں کو رفع کرنے کے لئے مولانا خورشید عالم صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند، مدرس دارالعلوم کراچی نے ایک تو بڑی سہل اردو میں اس کا ترجمہ فرمادیا اور پھر اس کو اس طرح مرتب فرمادیا کہ تین جلدوں میں بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کردیا۔ اس طرح نہ صرف عوام کے استفادہ کا راستہ ہموار ہوا بلکہ وہ پریشانی بھی رفع ہوگئی جو مسائل کے کئی جلدوں میں منتشر ہونے کے باعث پیدا ہوتی تھی۔

یہ ترجمہ بترتیب جدید کراچی سے ایک جلد میں طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی کی ولادت ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء کو ہوئی۔ آپ کثیر التصانیف تھے، تقریباً ہر علم میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ آپ کی کل تصانیف کی تعداد ۹۰ کے لگ بھگ ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں حفظ قرآن سمیت تمام علوم مروجہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ سے فراغت حاصل کرلی۔ مولانا کا انتقال بہت کم عمری میں ہوگیا۔ آپ کا سنہ وفات ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء ہے۔

مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر:

امام ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء نے مسائل فقہ پر ایک جامع کتاب مرتب کی، جس میں ''مختصر قدوری، المختار، کنز، الوقایه'' کے مسائل کو جمع کردیا، نیز ''ہدایہ اور مجمع'' کے مسائل ضرور یہ بھی اس میں شامل کردیئے اور اقاویل مختلفہ میں سب سے مقدم اس قول کو ذکر کیا جو زیادہ راجح تھا اور اس بات کا بڑا اہتمام کیا کہ ''متون اربعہ'' کا کوئی مسئلہ ذکر ہونے سے رہ نہ جائے، اس کا نام انہوں نے رکھا ''ملتقی الابحر'' جامعیت اور قابل اعتماد ہونے کے باعث یہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔ اس کی تکمیل رجب ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء کو ہوئی۔ ''مجمع الانهر'' اسی ''ملتقی الابحر'' کی مبسوط شرح ہے، جو عساکر رومیہ کے قاضی القضاۃ علامہ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان معروف بہ شیخ زادہ (المتوفی ۱۰۷۷ھ/ ۱۶۶۷ء) نے تحریر کی ہے۔ یہ کتاب بیروت سے حال ہی میں دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے حاشیہ پر ''ملتقی الابحر'' کی ایک اور شرح ''الدر المنتقى في شرح الملتقى'' چھپی ہے، جس کے مصنف علاء الدین حصکفی صاحب درمختار ہیں۔

الجوهرة النيرة على مختصر القدوري:

شیخ احمد بن محمد ابوالحسن بغدادی قدوری (المتوفی ۴۲۸ھ/ ۱۰۳۷ء) نے فقہ حنفی میں ایک متن ''مختصر القدوری'' کے نام سے مرتب فرمایا، جو فقہ حنفی کے بہت قابل اعتماد ''متون اربعہ'' میں شامل ہے۔ اس کی متعدد اکابر نے مختصر و مبسوط شرحیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب اہل علم کے ہاں بہت متبرک سمجھی جاتی ہے۔ وباء کے زمانہ میں اس کا پڑھنا وباء کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے، اس کا حفظ کرنا فقر سے نجات دیتا ہے یہ کتاب بارہ ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ بغداد کے محلّہ قدورہ کی طرف انتساب کے باعث (قدوری یعنی ہانڈیوں کے بنانے یا بیچنے کے) ان کو ''قدوری'' کہا جاتا ہے۔ ''الجوھرۃ النیرۃ'' اسی ''مختصر القدوری'' کی ایک معتمد علیہ شرح ہے، جو شیخ الاسلام ابوبکر بن محمد بن علی الحدادی الیمنی (المتوفی ۸۰۰ھ/ ۱۳۹۸ء) کی تصنیف ہے۔

یہ پاکستان میں چھپ چکی ہے، اس کا ایک ایڈیشن ایسا بھی، جس کے حاشیہ پر ''مختصر القدوری'' کی ایک اور شرح ''اللباب'' چھپی ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ مصنف جوہرہ نے پہلے ایک مبسوط شرح لکھی تھی جس کا نام ''السراج الوھاج'' جس میں انہوں نے بسط و تفصیل کی خاطر ضعیف اور غیر معتبر اقوال بھی جمع کر دیئے تھے۔ اس لئے بعض علماء نے ''السراج الوھاج'' کو کتب غیر معتبر میں شامل کیا ہے۔ بعد میں اس کا اختصار کیا اور مختصر شرح کا نام ''الجوھرۃ النیرۃ'' رکھا۔

فتاویٰ خیریہ:

یہ علامہ خیرالدین بن احمد ناروق رملی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ علامہ خیرالدین رملی کی ولادت فلسطین کے شہر ''رملہ'' میں ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء میں ہوئی۔ موصوف ایک بڑے مفسر، محدث، فقیہ اور منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ ادبیہ کے بھی ماہر تھے۔ تحصیل علم کے بعد اپنے شہر اور مصر میں درس دیتے رہے متعدد کتابوں مثلاً عینی، شرح کنز، الاشباہ والنظائر، البحرالرائق اور جامع الفصولین وغیرہ پر حواشی لکھے۔ فتاویٰ خیریہ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو ان کے شاگرد علامہ ابراہیم بن سلیمان رملی نے جمع کیا ہے۔ اس کا پورا نام ''الفتاویٰ الخیریہ لنفع البریۃ'' ہے، مصر سے یہ فتاویٰ ''العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ'' کے حاشیہ پر دو جلدوں میں چھپ چکا ہے۔ علامہ خیرالدین رملی کا انتقال اپنے شہر ''رملہ'' میں ۱۰۸۱ھ/ ۱۶۷۰ء میں ہوا۔

العقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ:

یہ علامہ ابن عابدین شامی صاحب ''ردالمختار'' کی تصنیف ہے۔ یہ مولانا حامد آفندی مفتی دمشق کے فتاویٰ کی تنقیح ہے۔ جو انہوں نے منصب افتاء پر فائز رہنے کے زمانہ (۱۱۳۷ھ/۴/ ۱۷۲۵ء تا ۱۱۵۵ھ/۲/ ۱۷۴۳ء) میں صادر فرمائے تھے اور ''فتاویٰ حامدیہ'' کے نام سے خود مولانا حامد صاحب نے جمع فرمائے تھے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ نافع اور اس سے زیادہ قابل اعتماد فتاویٰ کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا، نیز مفتی صاحب کے متاخر زمانے میں ہونے کے باعث اس میں بہت سے جدید پیش آمدہ حوادث اور واقعات کا حل بھی مل جاتا ہے، لیکن چونکہ اس کی ترتیب کوئی عمدہ نہ تھی کہ جس سے مسئلہ آسانی سے معلوم کیا جا سکے۔ مشہور اور غیر ضروری مسائل بھی اس

میں درج تھے اور بعض مسائل مکرر بھی ہو گئے تھے، نیز بعض جگہ ایسا بھی ہوا کہ مسئلہ ایک جگہ ذکر کیا گیا اور دلیل کسی دوسری جگہ نقل کر دی گئی ہے۔اس لئے میں نے اس کو صحیح ترتیب پر مرتب کرنے اور مہذب و منقح کرنے نیز بوقت ضرورت اہم اضافے کرنے کا عزم کر کے کام شروع کر دیا تا آنکہ میں نے اس کو مکمل کر ڈالا۔علامہ شامی نے "فتاویٰ حامدیه" کی تنقیح، اپنی کتاب "ردالمختار" اور "منحة الخالق" کی تکمیل کے بعد فرمائی ہے۔ترتیب جدید کے بعد علامہ شامی نے اس کا نام "العقود الدریه فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه" رکھا۔ یہ کتاب مصر سے حاشیہ پر،فتاویٰ خیریہ کے ساتھ دو جلدوں میں چھپ چکی ہے اور بیروت سے تنہا بھی دو جلدوں میں طبع ہو گئی ہے۔

کتاب الخراج:

یہ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کی تصنیف ہے، جو امام اجل،فقیہ اکمل،حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سب سے اونچے درجہ کے حامل اور مجتہد فی المذہب تھے۔آپ ایک مشہور انصاری صحابی سعد بن عتبہؓ کی اولاد میں سے ہیں۔۱۱۳ھ میں آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی۔ہشام بن عبدالملک مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں عہدۂ قضاء پر فائز رہے ہیں۔امام احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین جیسے کبار محدثین آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔کتاب الخراج، آپ نے خلیفہ ہارون رشید کے تقاضے پر تصنیف فرمائی تھی اس میں انہوں نے اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں بڑی اہم اور مفید معلومات جمع فرما دی ہیں۔زکوۃ صدقات،عشر و خراج وفئی سا اور مالِ غنیمت کی تقسیم کی نیز اہل ذمہ اور مرتدین کے احکام وغیرہ، سبھی کچھ اس میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا۔امام ابو یوسفؒ کا انتقال قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہونے کے زمانے میں ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء کو بغداد میں ہوا۔

التحریر المختار لردالمحتار: شیخ عبدالقادر بن مصطفیٰ الرافعی کا یہ حاشیہ ہے،انہوں نے "ردالمختار" پر لکھا ہے۔موصوف کی ولادت ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۳ء میں ہوئی۔آپ مصر میں منصب افتاء پر فائز ہوئے لیکن تین دن بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔آپ کی وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔یہ حاشیہ مصر سے دو جلدوں میں چھپ گیا ہے۔پہلی جلد کتاب الطلاق پر ختم پر ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب العتق سے شروع ہوئی، آخر کتاب تک کے حواشی پر مشتمل ہے۔اس کتاب کو "تقریرات رافعی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اِتحاف الأبصار و البصائر بتبویب کتاب الأشباه و النظائر: یہ کتاب شیخ محمد ابوالفتح حنفی کی تالیف ہے۔ موصوف نے علامہ نجیم کی کتاب "الاشباه و النظائر" کو جدید ترتیب دے کر ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس ترتیب جدید کا نام "اتحاف الابصار و البصائر" رکھا ہے۔اس ترتیب جدید کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کتاب سے استفادہ کرنے میں سہولت پیدا گئی ہے۔ مصنف اس کی تالیف سے ۱۲۷۵ھ/۸/۱۸۵۹ء میں فارغ ہوئے۔یہ کتاب مطبع اسکندریہ سے ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۲ء میں ۵۳۸ صفحات پر چھپ چکی ہے۔

السراجیی: ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم امام سراج الدین ابو طاہر محمد السجاوندی حنفی کی تصنیف ہے۔اس کتاب کا موضوع

علم الفرائض''یعنی''علم وراثت'' ہے۔اس کتاب میں رشتہ داروں کی قسمیں، ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام وغیرہ کو تفصیل سے بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ کون سا رشتہ دار وراثت میں کس وقت کیا حصہ پائے گا اور کب وہ وراثت سے محروم ہوگا، اس کتاب کی بڑے بڑے اکابر علماء نے شرحیں لکھی ہیں۔ متعدد بار یورپ، مصر، ہندو پاک سے طبع ہو چکی ہے۔اس کتاب کو''سراجیه، الفرائض السراجیه اور الفرائض السجاوندی''بھی کہا جاتا ہے۔

الشریفیه:

یہ''سراجی'' کی شرح ہے، جو علامہ علی بن محمد حسینی معروف بہ علامہ سید شریف جرجانی کی تالیف ہے۔سید شریف جرجانی کی ولادت ''جرجان''میں ۷۴۰ھ، ۹/۱۳۴۰ء میں ہوئی۔ابتداءً انہوں نے علوم عربیہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی جس کے باعث وہ ان علوم عربیہ میں امامت'' کے درجہ کو جا پہنچے۔ بعد ازاں آپ نے علوم عقلیہ کی طرف رخ کیا اور ان کی تحصیل کے لئے''ہراۃ''میں علامہ قطب الدین رازی کی خدمت میں پہنچے، لیکن چونکہ وہ بہت معمر ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے پڑھانے سے معذرت کرتے ہوئے اپنے ایک خصوصی شاگرد علامہ مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا، جو''مصر''میں رہتے تھے۔ چنانچہ علامہ سید شریف وہاں تشریف لے گئے، اسطرح انہوں نے علوم عقلیہ میں خصوصی مہارت پیدا کر لی۔ پھر علامہ نے علوم شرعیہ حاصل کرنے کیلئے شارح ہدایہ مولانا اکمل الدین بابرتی کے پاس تشریف لے گئے۔ان سے علوم شرعیہ پوری محنت سے حاصل کئے یہاں تک کہ اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے۔ پھر''شیراز''میں سکونت پزیر ہو گئے اور وہیں ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں وفات پائی۔آپ نے متعدد کتابیں تالیف فرمائی ہیں، متعدد کتابوں کی شروح وحواشی لکھے ہیں۔امیر تیمور لنگ کی مجلس میں علامہ سعد الدین تفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ/۱۳۸۹ء) کے ساتھ آپ کے کچھ مباحثے بھی ہوئے ہیں۔یہ کتاب''شریفیه''بھی متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

رسائل الأرکان:

یہ کتاب علامہ بحر العلوم عبد العلی لکھنوی کی تصنیف ہے۔مولانا بحر العلوم، مولانا نظام الدین انصاری سہالوی (المتوفی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کے فرزند ارجمند ہیں۔۱۷ سال ہی کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کر لی تھی۔متعدد کتابوں کے آپ مصنف ہیں۔ بہت سی کتابوں پر شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔یہ کتاب آپ نے''ارکان اربعہ''نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج کے مسائل پر تحریر فرمائی ہے۔آپ نے نفس مسائل کے بیان پر اکتفاء نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ قرآن وسنت کے دلائل نیز عقلی براہین سے ان کو مدلل ومبرہن بھی فرمایا ہے۔اس لحاظ سے یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔لکھنؤ سے ۱۳۰۹ھ،۱/ ۱۸۲۹ء میں طبع ہو چکی ہے۔علامہ بحر العلوم کی وفات''مدراس''میں ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء میں ہوئی۔

السعایة: یہ شرح وقایہ کی مفصل اور مبسوط شرح ہے جو مولانا عبد الحی لکھنوؒ کی تصانیف ہے۔حضرت مولانا لکھنوی نے''شرح وقایہ''

اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے زمانے میں ان کے حکم سے اس کی ایک شرح لکھی تھی، جس کا نام ''حسن الولایۃبحل شرح الوقایہ'' رکھا تھا، جوشرح وقایہ کے نصف اول کے متفرق مشکل مقامات کے حل پر مشتمل تھی۔ بعدازاں مکمل شرح وقایہ پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا، جس کا نام ''عمدۃ الرعایۃ'' ہے جوشرح وقایہ کے ساتھ بارہا طبع ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ ''شرح وقایہ'' کی ایک مبسوط شرح لکھنی شروع فرمائی جس میں ہر مسئلے میں تمام اختلافات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک مسلک کے عقلی ونقلی دلائل اوران پر وارد ہونے والے اعتراضات اوران کے جوابات نیز کسی ایک مسلک کی مدلل ترجیح کا بیان مفصل طور پر کیا گیا ہے۔اس مفصل شرح کا نام انہوں نے رکھا''السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایہ''لیکن افسوس کہ مصنف اپنی اس عظیم تصنیف کومکمل نہ فرما سکے۔اس کی صرف دو جلدیں طبع ہوئیں، جلداول باب المسح علی الخفین کی ابتدائی چندسطروں تک ہی پر مشتمل ہے، جب کہ دوسری جلد ''باب الاذان'' سے ''فصل فی القراءۃ'' کے ختم تک کی شرح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔مصنف کے مختصر حالات ''مجموعۃ الفتاویٰ'' کے تعارف کے ذیل میں لکھے جاچکے ہیں۔

التشریع الجنائی الاسلامی:

یہ کتاب ''اسلام کے فوجداری قانون'' کے موضوع پر ہے جو ''مصر'' کے ایک عالم جناب عبدالقادرعودہ شہید کی تصنیف ہے۔موصوف ''مصر'' کی ایک مشہور جماعت ''الاخوان المسلمون'' کے رکن تھے۔۱۹۵۴ء میں بغاوت کے الزام میں موصوف کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ یہ کتاب دوجلدوں میں طبع ہوچکی ہے۔جلداول میں پہلے تمہید کے طور پر عام رائج غیراسلامی قوانین کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابل کر کے اسلامی قوانین کی فوقیت وبرتری متعدد وجوہ سے ثابت کی گئی ہے۔ بعدازاں جلداول کو دوحصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو''کتاب'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔''الکتاب الاول'' کی ''قسم الاول''میں''جرم'' کی ماہیت اوراس کے انواع کا بیان ہے اورقسم ثانی میں ''جرم'' کے ارکان شرعیہ، ارکان مادیہ اورادبیہ کا بیان ہے۔اس کے بعد ''الکتاب الثانی'' شروع ہوتی ہے۔ اس میں ''عقوبت'' کے بارے میں مبادی عامہ اوراقسام عقوبت کا بیان ہے۔جلددوم میں قتل، زنا،شرب خمر،سرقہ،ڈاکہ زنی، بغاوت اور ارتداد''ایسے جرائم اوران کے احکام کا تفصیلی ذکر ہے۔کتاب کا اردو ترجمہ بھی ''اسلام کا فوجداری قانون'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

المدخل الفقھی العام:

یہ کتاب علامہ مصطفیٰ احمدالرزقا کی تصنیف ہے جو''دمشق یونیورسٹی'' کے ''کلیۃ الحقوق''میں ملکی اورشرعی قانون کے استاد ہیں۔خلافت عثمانیہ کے زمانے میں اوراس کے بعد بھی ایک عرصے تک ان ممالک میں جوخلافت عثمانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے''المجلۃ العدلیۃ'' کے مطابق ملکی عدالتیں فیصلے کرتی رہیں۔''المجلۃ العدلیۃ'' وہ دستاویز ہے جس میں خلافت عثمانیہ کے زمانے میں فقہا کی ایک جماعت نے فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے ان قوانین کو دفعہ وار مرتب کردیا تھا، جن کا تعلق ملکی وانتظامی امور سے تھا۔

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا کا کہنا ہے کہ بعض مسائل باوجود اس کے کہ ان کا تذکرہ فقہ کی کتب میں موجود تھا لیکن وہ مسائل ''المجلة العدلية'' میں درج ہونے سے رہ گئے، نیز ان کا کہنا ہے کہ بہت سے جدید مسائل اب ایسے پیدا ہوگئے ہیں جن کا وجود ''المجلة'' کی تالیف کے زمانے میں نہ تھا، اس لئے ظاہر ہے کہ ان کا حل بھی ''المجلة'' میں نہ آسکا۔ علامہ زرقا، یہ بھی فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ''المجلة'' کی تالیف ''فقه حنفي'' کے مسائل سے ہوئی ہے گو بوقت ضرورت اہل سنت کی دوسری فقہوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، مگر اساس بہر حال فقہ حنفی ہی ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تالیف بھی ایسے نہج پر نہیں ہے، جس سے قانون کے طلبا کی تعلیمی ضرورت پوری ہوسکے۔ بہرحال ان وجوہ سے انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ فقہ کی ترتیب جدید کی جائے، جس میں نہ صرف یہ کہ قدیم ذکر شدہ مسائل تمام کے تمام آجائیں، بلکہ جدید پیش آمدہ مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہو، نیز اس ترتیب جدید میں کسی ایک فقہ پر انحصار کرنے کی بجائے چاروں مکاتب فقہ کو مدنظر رکھا جائے اور جس فقہ میں بھی کسی مسئلہ کا زیادہ بہتر حل موجود ہو، اسے قبول کرلیا جائے اور ساتھ ہی اس کی ترتیب بھی ایسی ہو کہ طلبا کی تعلیمی ضرورتوں اور تقاضوں کو بھی وہ پورا کردے۔ نیز مسئلے کو علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے کے بجائے مسائل کو اس انداز سے ذکر کیا جائے کہ پہلے ایک اصول وقاعدہ بتا کر پھر اس پر متفرق ہونے والے مسائل کو ذکر کیا جائے، کیونکہ اس طرح مسائل کو یاد رکھنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ بہرحال علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا نے ان خطوط پر کام کا آغاز کیا اور ''الفقه الاسلامي في ثوبه الجديد'' کے عنوان سے کتابوں کا ایک سلسلہ شروع فرمایا، جس میں پہلی دو جلدیں ''المدخل الفقهي العام'' کے نام سے شائع ہوئیں۔ یہ دو جلدیں تین قسموں پر مشتمل ہیں۔ ''القسم الاول'' چھ باب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں تمہید، تعریف فقہ اور احکام فقہ کی قسموں کا بیان ہے۔ باب دوم میں مصادر فقہ اسلامی یعنی کتاب وسنت اور اجماع وقیاس نیز مصادر تبعیہ یعنی استحسان، استصلاح اور عرف کا بیان ہے۔ تیسرے اور چوتھے باب میں فقہ اسلامی کی توسیع اور اس کی ترقی کے مختلف ادوار اور ان کی خصوصیات کا بیان ہے۔ پانچویں باب میں اجتہادی اختلافات کی اہمیت وضرورت اور اس سلسلے میں بعض اوہام کا دفعیہ کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں اپنے ملک ''سوریہ شام'' کے اندر فقہ اسلامی کے مطابق قانون سازی کے سلسلے میں کچھ بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد ''القسم الثاني'' شروع ہوتی ہے جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ''فقہ اسلامی میں نظریہ مملکت'' کے بیان میں ہے اور دوسرا باب ''فقہ اسلامی میں نظریہ ''عقود'' کے بیان میں ہے۔ اس میں عقد کی حقیقت، اس کے تقاضے اور اس کے آثار ولوازم، غرض یہ کہ اس کے مالہ وماعلیہ کی مکمل بحث ہے۔ یہاں پر جلد اول ختم ہوجاتی ہے ''القسم الثاني'' کے ''تیسرے باب'' سے جلد دوم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس باب میں ''فقه اسلامي کے اندر مؤيدات شرعيه کا نظريه'' بیان کیا گیا ہے۔ ''مؤيدات شرعيه'' سے مصنف کی مراد ہر وہ تدبیر ہے، جو لوگوں کو احکام شرعیہ کی اطاعت و پابندی پر ابھارنے والی ہو، انہوں نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں مؤيدات ترغيبية'' اور'' مؤيدات ترهيبيه'' اس کے بعد ''مؤيدات ترهيبيه'' کی پھر دو قسمیں کی ہیں ''تادیبی'' اور مدنی (حقوق) مؤیدات تادیبیہ کے ذیل میں حدود، قصاص اور تعزیرات کا بیان ہے اور ''مؤیدات مدنیہ'' (حقوقیہ) کے ذیل میں ''بطلان، توقف اور تخيير'' کو مفصلاً بیان کیا ہے۔ چوتھے باب

میں ''اہلیت'' اور ولایت'' (نیابت شرعیہ) کا نظریہ بیان کیا ہے۔ پانچویں باب میں "نظریۂ عرف" کا تفصیلی بیان ہے۔ اس کے بعد ''القسم الثالث'' شروع ہوتی ہے۔ اس میں ''فقہ اسلامی کے اندر قواعد کلیہ'' کا بیان ہے قسمِ ثالث دو بابوں مشتمل ہے، پہلے باب میں ''قواعد'' کے لغوی اور اصطلاحی معنی نیز فقہ اسلامی میں قواعد کے مقام وحیثیت کا بیان ہے۔ دوسرے باب میں ''المجلة العدلية'' میں ذکر ہونے والے ''قواعد کلیہ'' کا بیان اور پھر ان کی مختصر شرح ہے۔ اس کے بعد ''خاتمہ'' ہے۔ اس میں مصنف نے چھ مزید قواعد کلیہ جن کو انہوں نے مختلف کتب فقہ سے اخذ کیا ہے، بیان کیا ہے۔

سلسلہ ''الفقه الاسلامی فی ثوبه الجدید'' کی تیسری کتاب ''المدخل الی نظرية الالتزام العامة فی الفقه اسلامی'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے۔

باب اول: ''حق اور التزام'' کے بیان میں ہے۔ اولاً مصنف نے حق کی تعریف پھر اس کی تقسیم ''حق مالی'' اور ''حق غیر مالی'' کی طرف کی ہے اس کے بعد ''حق مالی'' اور ''حق شخصی اور حق عینی'' کی طرف تقسیم کی ہے۔ ''حقوق غیر مالیہ'' مثلاً ''ولی'' کا تصارف علی الصغیر کا حق نیز سیاسی اور طبعی حقوق جیسے حق انتخاب اور حق حریت وغیرہ سے کتاب میں بحث نہیں کی گئی ہے۔ کتاب میں ''حقوق مالیہ'' سے بحث مقصود ہے ''حقوق شخصیہ'' اور التزام چونکہ لازم وملزوم ہیں اس لئے ان بیان تو ''التزام'' کے ذیل میں ہوگا۔ ''حقوق عینیہ'' کے اندر ''حق ملکیت، حق انتفاع، حقوق ارتفاق، حقوق ارتہان، حق احتباس، حق وقف اور حقوق قرار علی الاوقاف'' کو شامل کیا ہے۔ ''حق شخصی اور حق عینی'' کے علاوہ مصنف نے ایک اور جدید قسم ''حقوق الابتکار'' نکالی ہے۔ اس قسم میں ''حق تصنیف وتالیف'' ''حق ایجاد اور حقوق طبع'' غیر کو داخل کیا ہے۔ اس کے بعد ایک فصل میں ''التزام'' (حقوق شخصیہ) کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

دوسرا باب: ''اموال'' کے بیان میں ہے، اس میں ''مال'' کی حقیقت اور اس کی تقسیم مختلف حیثیات سے، متقوم اور غیر متقوم، ذوات الامثال (مثلی) اور ذوات القیم (قیمی) اموال استہلا کیہ اور استعمالیہ۔ مال منقول اور غیر منقول عین اور دین وغیرہ کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے بعد ''ذمہ'' کی تعریف اور خصوصیات، نیز ''اہلیت'' سے اس کا امتیاز بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا باب: ''اشخاص'' کے بیان میں ہے۔ اس میں اشخاص کی تقسیم اشخاص طبعیہ اور اشخاص حکمیہ کی طرف کی گئی ہے اور پھر ''اشخاص حکمیہ'' کو اشخاص حکمیہ عامہ اور اشخاص حکمیہ خاصہ کی طرف تقسیم کیا گیا ہے۔ ''اشخاص حکمیہ'' میں مختلف جماعتیں، ادارے اور کمپنیاں شامل ہیں، اگر عوام نے از خود انہیں تشکیل دیا ہے تو ''اشخاص حکمیہ خاصہ'' میں داخل ہوں گی اور اگر حکومت نے تشکیل دیا ہے تو ''اشخاص حکمیہ عامہ'' میں۔ اس کے بعد کی جلدیں یا تو تاحال شائع نہیں ہوئی ہیں، یا پھر ہماری نظر سے نہیں گزریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆